حکمت ولی اللّٰہی کے شارحین

مولانا عبدالحمید سواتی[۱]

حضرت شاہ ولی اللہ نے قرآن و سنت کی کلیات کو سامنے رکھ کر ایک ایسا فلسفہ ترتیب دیا ہے، جو نقل، عقل اور کشف تینوں پر جامع ہے، اور تینوں کو متوازی درجے میں رکھتا ہے۔ یہ جامعیت اور عمومیت شاہ ولی اللہ کے فلسفے کا خصوصی امتیاز ہے۔ عقلیات سے استدلال کرنا تو ہر دور میں فلاسفہ کا دستور رہا ہے لیکن عقل کے ساتھ نقل صحیح اور کشف مستقیم کو جگہ دینا یہ شاہ صاحب کا خاص کارنامہ ہے اسی طرح اگر صرف کشف کو ہی استدلال میں پیش کیا جائے، تو یہ بات بہت سے غیر مسلم صوفیہ میں بھی پائی جاتی ہے۔

لیکن کشف کو جب تک نقل صحیح کی کسوٹی پر نہ پرکھا جائے، وہ قابل اعتماد نہیں ہوگا۔ اب رہا عقل کا معاملہ، عقل سے تو کوئی طبقہ بھی خالی نہیں لیکن انسانی ترقی کے لئے صرف عقل کفایت نہیں کرتی حکمت ولی اللّٰہی میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ انسان کو صحیح ترقی اس وقت تک میسر نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کی خواہشات اور جذبات عقل کے تابع نہ ہوں اور اس کی عقل شریعت حقہ کے تابع نہ ہو، اسی طرح جو لوگ کشف صحیح کا سرے سے انکار کرتے ہیں وہ بھی علم کی ایک عظیم دولت سے محروم رہ جاتے ہیں

---

[۱] - مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ (مغربی پاکستان) میں مدرس ہیں۔ حال ہی میں آپ نے حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کے چند رسائل تصحیح و تحشیہ کے بعد شائع کئے ہیں۔

اور خشک قسم کی ظاہریت ان پر سوار رہتی ہے نیز بہت سے باطنی احوال و واقعات کی وہ کوئی صحیح توجیہہ نہیں کر سکتے۔

امام ولی اللہؒ نے اصل الاصول نقل صحیح (کتاب و سنت) کو قرار دیا ہے اور پھر عقل مستقیم اور کشف صحیح سے اس کی تائید و تشریح کا کام اس طرح لیا ہے کہ تمام باتیں اپنی اپنی جگہ صحیح بیٹھ جاتی ہیں۔ ان تینوں چیزوں کو شاہ صاحب نے اپنے فلسفہ میں اس طرح سمویا ہے کہ کسی دوسرے فیلسوف کے ہاں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اب شاہ ولی اللہ کا فلسفہ جتنا جامع ہے، اتنا وہ غامض بھی ہے آپ کے فلسفہ کی بعض باتیں تو یقیناً گذشتہ حکماء کی باتوں سے ملتی ہیں، لیکن آپ کے فلسفہ کا اکثر حصہ ایسا بھی ہے جو بالکل ایک نیا رنگ لئے ہوئے ہے اور یہ بڑا مشکل اور دقیق ہے اور اس کا غموض اس لئے بھی بڑھ گیا ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے فلسفہ کو بیان کرنے میں ترتیب کو قائم نہیں رکھا اور پھر اسے اپنی مخصوص اصطلاحات میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ ایک بات کو ایک جگہ ایک نام سے پیش کرتے ہیں اور اسی بات کو دوسری کتاب یا دوسری جگہ میں دوسرے نام سے ذکر کرتے ہیں۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے شاہ ولی اللہ کے فرزند شاہ رفیع الدینؒ نے بہت کام کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں متعدد کتب اور رسائل تصنیف کئے ہیں، جو خاص اسی مقصد اور غرض کے لئے ہیں اسی طرح شاہ ولی اللہ کے حفید شہید شاہ اسمعیل نے بھی کتاب "عبقات" میں ان مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن عبقات خود اپنی جگہ اتنی آسان کتاب نہیں، جس سے کہ ہر شخص آسانی سے استفادہ کر سکے۔ عام اہل علم فلسفۂ ولی اللہی کو سمجھنے میں اس لئے دقت محسوس کرتے ہیں کہ شاہ صاحب نے اپنی تصنیفات میں عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ اپنے کشف و مشاہدہ کو بھی وسیع پیمانے پر پیش کیا ہے۔ چنانچہ تفہیمات الٰہیہ (یہ کتاب فی الواقع کشکول ولی اللّٰہین ہے) میں شاہ صاحب نے اپنے فلسفہ کے طریق پر عقائد حقہ اور علم الکلام کو انہی تینوں قسم کے دلائل سے مبرھن فرمایا ہے۔ لیکن کشف کا پہلو اس میں زیادہ غالب ہے۔ اس کتاب میں شاہ صاحب نے تقریباً وہ تمام مسائل بیان کر دیئے ہیں، جو متکلمین کے ہاں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مسائل جن تک متکلمین کی نظر و فکر

کی پہنچ نہیں ہو سکی، ان کو بھی شاہ صاحب نے بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ اس کتاب کو کھول کر جب پڑھا جاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان سمندر کے کنارے بیٹھا ہے جب کہ دوسرے متکلمین کی کتابوں کو دیکھنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ کسی نہر یا ندی نالہ کے کنارے بیٹھے ہیں اس لئے عام اہل علم جو کشف سے مناسبت نہیں رکھتے، یا وہ لوگ جو ظاہریت پرستی کی بنا پر اس فن کا سرے سے ہی انکار کرتے ہیں، وہ اس قسم کی کتابوں میں کماحقہ دلچسپی نہیں رکھ سکتے اور نہ پوری طرح اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کا فلسفہ مغربی علوم کے نقطہ نظر سے بھی بڑا اہم ہے کیونکہ مغربی علوم و فنون نے جہاں انسانی سوسائٹی میں مادی ترقی اور دنیوی خوشحالی کے سامان فراوانی سے پیدا کر دیئے ہیں، وہاں اقلیم جان میں خاک بھی اڑا دی ہے اور انسان کی روحانی ترقی کو بالکل ہی ختم کر دیا ہے مغربیت نے الحاد اور بے دینی کا ایک سیل رواں جاری کر دیا ہے۔ اس سیلاب کو روکنے کے لئے اگر فی الواقع کوئی فلسفہ تریاق کا کام دے سکتا ہے تو وہ فلسفہ ولی اللہی ہے۔ یہ فلسفہ اتنا جاندار اور حقیقت کے قریب ہے کہ مغربی فلسفہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ شاہ صاحب کا فلسفہ (حکمت ولی اللہی) انسان کو ایمان یقین اور حقیقت کا مشاہدہ اور روحانی ترقی اور مادی دنیا میں بھی سکون دیتا ہے۔ برخلاف اس کے کہ مغربی فلسفہ انسان میں شکوک و شبہات کا ایک غیر متناہی سلسلہ پیدا کر دیتا ہے۔ جسکی وجہ ظاہر ہے کہ مغربی فلسفہ انسانی افکار و آراء سے ماخوذ ہے۔ خواہ اسکی قدامت کا رشتہ یونان کے فلاسفہ سے ملتا ہو، یا ہندی و ایرانی حکیموں سے بہر حال انسانی افکار و آراء میں تضاد و اختلاف کا ہونا ایک بدیہی امر ہے۔ بالخصوص ایسے انسان جو کسی الہامی کتاب پر یقین ہی نہیں رکھتے۔ یا کوئی الہامی کتاب ان کے پاس موجود ہی نہ ہو اور نہ وہ اس سے روشناس ہوں کیونکہ وہ علم کے ایک قطعی اور یقینی ذریعے سے خالی ہوں گے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کا ایک یہ بھی کمال ہے کہ وہ حکماء و عقلاء جن کے باتیں حقیقت سے قریب ہوں، ان کو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ کر دیتے ہیں۔

فلسفہ ولی اللہی میں حیات انسانی کو مسلسل اور مربوط شکل میں تسلیم کیا گیا ہے، وہ حیات دنیوی

کو ایک اکائی مانتے ہیں اور زندگی کا تسلسل ان کے فلسفہ میں غیر مختتم ہے انسان صرف ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف ترقی یا تنزل کی شکل میں منتقل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دنیاوی حیات (مادی زندگی) اور پھر عالم برزخ اور عالم آخرت کی زندگی یہ ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں۔ شاہ صاحب کے فلسفہ میں انسان کو جو بلندیِ فکر ملتی ہے وہ کسی بھی دوسرے فلسفہ میں نہیں پائی جاتی

شاہ ولی اللہ نے علمی دنیا میں اپنے فلسفہ اور تعلیمات کے ذریعہ ایک ایسی جماعت تشکیل کی جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا سا جذبہ جہاد اور جوش ایمان رکھنے والی جماعت ثابت ہوئی اس سلسلہ میں سب سے پہلے شاہ صاحب نے اپنے مخصوص تلامذہ اور اپنے فرزندوں کو تعلیم و تربیت دی اور اس سلسلہ کو ان کے ذریعہ آگے بڑھایا۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کے خانوادہ نے علم و عمل کی دنیا میں عظیم انقلاب برپا کیا ہے۔ چنانچہ آج اس برصغیر میں علم و عمل کی جو شعاع بھی کہیں سے پھوٹتی ہوئی نظر آتی ہے، تو وہ اس جلیل القدر امام کے تجدیدی کارناموں کی برکات سے ہوگی۔ پاک و ہند میں اور اس کے علاوہ بعض دوسرے ممالک میں بھی آج کوئی عالم جو محقق اور راسخ فی العلم ہو یقیناً اس کا سلسلہ اس جلیل القدر امام تک ضرور منتہی ہوگا۔

شاہ ولی اللہ کے فلسفہ پر معرفت تامہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی عربی اور فارسی پر اچھا عبور رکھتا ہو قرآن اور حدیث، آثار صحابہ اور تابعین کا اسے وسیع مطالعہ ہو ادب عربی کے ساتھ ساتھ تاریخ اسلام پر اس کی نظر وانی ہو، فلسفہ یونانی اور علم منطق میں بھی مہارت رکھتا ہو۔ اور مذاہب کے اختلافات سے آگاہ ہو نیز علم الکلام سے اسے لگاؤ ہو۔ اور اس نے علوم و فنون میں مہارت کی وجہ سے کافی حد تک عقل مستفاد بہم کر لی ہو۔ چنانچہ شاہ ولی اللہؒ الخیر الکثیرؒ کے شروع میں فرماتے ہیں۔

ھٰذِہٖ علوم الحکمۃ التی من اوتیھا فقد اوتی خیراً کثیرا والتی ھی ضالۃ الحکیم فحیث وجدھا فھو احق بھا ومن لم یرزق الذھن الوقاد جبلۃ ولا الادراک الاشرف من التعقل کسباً فلیکن من مطالعتھا علی حذر حاذر لئلا یخطئھا

وانما هی حکمة ربانیة قدسیة

یہ اُس حکمت کے علوم ہیں کہ جسے وہ عطا ہوئی۔ اسے بہت بڑی بھلائی عطا کی گئی اور یہی حکیم کی گمشدہ چیز ہے، پس جہاں سے بھی وہ اسے ملے، وہ اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے اور جس شخص کو فطرتاً تیز ذہن نہیں دیا گیا، اور اس کے حصے میں اعلیٰ درجے کا ادراک ہی آیا ہے، جو عقل و فکر سے حاصل کیا جاتا ہے، تو ایسے شخص کو اس کے مطالعہ سے بچنا چاہیئے تاکہ اپنی کم فہمی کی بنا پر اس کو غلطی سے بے معنی محمول کر دے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ربانی اور قدسی حکمت ہے"

ظاہر ہے کہ اس قدر مشکل فلسفہ کی شرح و تفصیل کے لئے بھی ایسے لوگوں کی ضرورت ہے، جو ان علوم میں مہارت تامہ رکھتے ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے شاہ ولی اللہ کے فلسفہ اور ان کے علوم کی شرح و بسط اور تفہیم و تسہیل کے لئے ایسے لوگ پیدا کر دیئے جنہوں نے ان تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے علاوہ خود شاہ ولی اللہ سے براہ راست استفادہ کیا تھا۔

فلسفہ ولی اللہی کے سب سے بڑے شارح شاہ صاحب کے بڑے فرزند شاہ عبدالعزیزؒ ہیں۔ جنہوں نے بیشتر علوم و فنون تو خود شاہ ولی اللہ سے حاصل کئے اور باقی ماندہ علوم ان سے حاصل کئے جو شاہ ولی اللہ سے استفادہ کر چکے تھے۔ تحصیل و تکمیل کے بعد شاہ عبدالعزیزؒ عمر بھر علوم ولی اللہی کی نشر و اشاعت میں سعی فرماتے رہتے اور انہوں نے ان علوم میں دستگاہ رکھنے والے لوگ تیار کر دیئے۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے تبحر علمی کا یہ عالم تھا جیسا کہ ملفوظات عزیزی میں خود ان کی زبان سے نقل کیا ہے۔ "جن علوم کا میں نے مطالعہ کیا ہے اور بقدر وسعت و طاقت مجھے یاد بھی ہیں، وہ ایک سو پچاس علم ہیں جن میں سے نصف تو وہ علوم ہیں جو گذشتہ امتوں اور قوموں نے تصنیف کئے، اور نصف وہ ہیں جن کو امت محمدیہ نے تصنیف کیا ہے" ظاہر ہے یہ جامعیت تو ہر شخص کو نصیب نہیں ہو سکتی اس لئے تقسیم کار کے اصول پر کام کیا گیا۔

شاہ ولی اللہ کے بارے میں شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ والد نے ہر فن کے لئے الگ الگ آدمی تیار کئے تھے۔ اور ہر ایک کے سپرد الگ فن اور کام کیا تھا۔ اس کا ذکر خود شاہ ولی اللہ نے اپنی بعض تصانیف

ہیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص احسان مجھ پر یہ بھی ہے کہ اس نے مجھے استعدادات نفوس انسانی کا علم عطا فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں شاہ ولی اللہ اور ان کے پورے خاندان کا مشغلہ خاص طور پر علوم و فنون کی نشر و اشاعت اور تحقیق تھا۔ شاہ ولی اللہؒ نے اپنے اساتذہ کے بارے میں اپنے رسالہ "دانشمندی" میں لکھا ہے کہ میرے سلسلہ کے تمام اساتذہ محقق عالم تھے جن میں سے ہر ایک صاحب تصنیف و تحقیق تھا، البتہ اپنے والد گرامی شاہ عبدالرحیم کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی توجہ تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ نہ تھی بلکہ زیادہ توجہ سلوک و تربیت کی طرف فرماتے تھے۔ اگرچہ وہ خود محقق عالم تھے۔ مولوی بشیر الدین احمد صاحب نے "واقعات دہلی" میں لکھا ہے کہ "شاہ ولی اللہ کے چاروں صاحبزادوں نے تدریس کا وہی مشغلہ جاری رکھا اور تمام ہندوستان میں شہرت اور قبولیت عامہ حاصل کی اور آپ کے صاحبزادوں کے بعد شاہ اسحاق صاحب نے یہ سلسلہ برابر جاری رکھا اور یہ خدمت سرانجام دی" شاہ عبدالعزیزؒ کی ولادت ۱۱۵۹ھ میں ہوئی اور اتفاق کی بات ہے کہ اپنے تمام چھوٹے بھائیوں کے بعد آپ کی وفات ۱۲۳۹ھ میں ہوئی ہے۔ اس طویل عرصہ میں آپ نے ہزاروں علماء اور فقہا اور مجاہدین اسلام تیار کر دیئے اور فلسفہ ولی اللہی کو اپنے درس، تصنیف، فتاویٰ اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ عام کر دیا۔ خصوصاً تفسیر قرآن کریم میں اس فلسفہ کو اتنا سہل طریق پر پیش کر دیا۔ کہ عوام اہل علم بھی بخوبی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کی حکمت اور فلسفہ کے دوسرے بڑے شارحؒ ان کے فرزند شاہ رفیع الدین ہیں، آپ کی ولادت ۱۱۶۳ھ میں ہوئی اور وفات ۷۰ سال کی عمر میں ۱۲۳۳ھ میں آپ نے اکثر علوم و فنون کی تحصیل اپنے والد گرامی سے کی لیکن کچھ علوم اپنے بڑے بھائی شاہ عبدالعزیزؒ سے پڑھے تھے۔ جب کہ آپ کے والد وفات پا چکے تھے۔ آپ کو علوم دینیہ اور فنون عقلیہ میں مجتہدانہ کمال حاصل تھا۔ آپ کو ہر فن کے ساتھ ایک خاص قسم کی مناسبت تھی اور خدا نے حافظہ اور ذہن بھی بلا کا عطا فرمایا تھا۔ ہر فن میں آپ یکتا معلوم ہوتے تھے۔ آپ کا علم و فضل اور تبحر علمی، متانت و سنجیدگی، راستبازی، انصاف پسندی، بے طمعی، تواضع انکساری حلم و بردباری بے مثال تھی اور بقول صاحب "حیات ولی" کمالات ظاہری کے ساتھ فیض باطن کا یہ حال

تھا کہ اگر حضرت جنیدؒ اور حسن بصریؒ بھی آپ کے زمانہ مبارک میں ہوتے تو آپ کے پاک اور پرجوش ولولے کو دیکھ کر یقیناً تحسین و آفرین فرماتے، آپ میں توکل استقلال جود وکرم حد درجہ موجود تھا۔ گویا جامہ بشریت میں فرشتہ خصلت تھے۔ عربی زبان وادب میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ شاہ ولی اللہ کے فرزندان گرامی سب ہی ممتاز تھے۔ لیکن ذہانت و متانت کے لحاظ سے خصوصاً شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ رفیع الدین کو اللہ تعالیٰ نے خاص کمال عطا فرمایا تھا۔

شیخ محسنؒ نے شاہ رفیع الدین کی خصوصیات کے ذیل میں لکھا ہے کہ آپ کو موجودہ رائج الوقت علوم کے علاوہ علوم الاوائل میں بھی بڑی مہارت حاصل تھی اور یہ بات کم ہی لوگوں میں پائی جاتی ہے اور دوسری خصوصیت آپ کی اختصار پسندی تھی۔ آپ تھوڑے سے الفاظ میں بڑے بڑے مطالب ادا کر دیتے تھے چنانچہ آپ کی یہ عادت آپ کی تمام تصانیف میں عیاں ہے۔ جو کتابیں بھی آپ نے تصنیف کی ہیں یا فتاویٰ اور مضامین لکھے ہیں، ان سب میں اختصار کو ملحوظ رکھا ہے اور اسی اختصار کی بنا پر شیخ محسن نے لکھا ہے کہ آپ کی باتوں پر کم لوگ ہی اطلاع پاتے ہیں کیونکہ آپ کی کتابوں میں بکثرت رموز خفیہ درج ہیں۔

موصوف لکھتے ہیں کہ "شاہ رفیع الدین بہت ہی پختہ کار اور محقق عالم تھے اور اپنے بہت سے معاصرین سے فائق تھے۔ انہیں مروجہ علوم کے علاوہ پہلے لوگوں کے علوم سے بھی بہرہ وافر ملا تھا اور واقفیت تامہ حاصل تھی اور یہ چیز کم ہی اہل علم کو نصیب ہوئی ہے آپکی تصانیف بہت ہی عمدہ ہیں جن میں سے بعض کے دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا ہے" اور پھر لکھتے ہیں کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو علوم میں کس قدر گہرائی اور رسوخ حاصل تھا اور آپ کی نظر کس قدر دور رس اور بالغ تھی۔"

شاہ رفیع الدین نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں، یہاں ہم ان کی کتابوں کی ایک اجمالی

لہ شاہ رفیع الدینؒ کی کتابوں کا تعارف بقدر ضرورت ہم نے مقدمہ مجموعہ رسائل اور مقدمہ تفسیر آیت النور اور مقدمہ اسرار المحبۃ میں کرا دیا ہے ان تینوں کتابوں کی طباعت کا اہتمام ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ نے کیا ہے۔

سی فہرست درج کرتے ہیں اور بعض کتابوں کے بارے میں کچھ ضروری باتیں بھی لکھ دیتے ہیں۔

ترجمہ قرآن کریم: قرآن مجید کا اردو زبان میں شاہ رفیع الدین نے تحت اللفظ نہایت ہی آسان زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ اس ترجمہ کی بہت سی خوبیاں ہیں۔ مثلاً یہ ترجمہ بہت سہل ہے اور عوام جن کی تعلیم بہت کم ہوتی ہے، وہ اس سے بآسانی استفادہ کر سکتے ہیں جس طرح شاہ ولی اللہ نے فارسی زبان میں قرآن کا آسان ترجمہ کیا ہے، اس طرح شاہ رفیع الدین نے اس کا اردو زبان میں آسان ترجمہ کیا ہے۔ صاحب "حیات ولی" اس ترجمے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "قرآن کا لفظی ترجمہ آپ ہی نے کیا ہے جو دریائے جمنا سے لیکر فرات تک نہایت مقبولیت کے ساتھ پھیلا ہوا ہے اور جس سے عامہ خلائق مستفیض ہو رہی ہے۔"

شاہ رفیع الدینؒ کی طرح آپ کے چھوٹے بھائی شاہ عبدالقادر نے بھی قرآن پاک کا ترجمہ کیا ہے یہ بامحاورہ ترجمہ ہے جس کی خوبی تمام اہل علم نے تسلیم کی ہے اور جس کی مثال اردو زبان پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اصل میں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے اپنے والد کے کام کی تکمیل کی ہے۔ جیسا کہ خود شاہ عبدالقادر نے لکھا ہے۔

"یہ کلام پاک خداتعالیٰ کا عربی زبان میں ہے، ہندوستانیوں کو اس کا سمجھنا بہت مشکل ہے اس واسطے اس بندہ عاجز عبدالقادر کے خیال میں آیا کہ جس طرح ہمارے بابا (والد) صاحب بہت بڑے حضرت (بڑے بزرگ) شیخ ولی اللہؒ (جو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے بیٹے۔ سب حدیثیں جاننے والے (حافظ الحدیث الحجۃ الحاکمۃ) ہندوستان کے رہنے والے نے فارسی زبان میں قرآن کے معنی آسان کر کے لکھے ہیں اسی طرح عاجز (شاہ عبدالقادر) نے ہندی زبان (اردو) میں قرآن شریف کے معنی لکھے ہیں۔ الحمدللہ کہ یہ آرزو بارہ سو پانچ ہجری میں حاصل ہوئی (موضح القرآن)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان حضرات کا اصل مقصد اور غرض ان تراجم سے کیا تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیز نے اس مقصد کو اپنی مشہور تفسیر (تفسیر عزیزی) میں پورا کیا۔ شاہ عبدالعزیزؒ کی یہ فارسی تفسیر

علوم ولی اللہی کو سامنے رکھ کر ان کی تفہیم کے لئے لکھی گئی ہے بلکہ اس کا کمال یہ ہے کہ اس سے کم علم والے لوگ بھی فلسفہ ولی اللہی سے مانوس ہو گئے ہیں، امام المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے مشکلات القرآن میں تحریر فرمایا ہے کہ "اگر یہ تفسیر عزیزی مکمل ہو جاتی تو پھر کہہ سکتے تھے کہ تفسیر کا حق ادا ہو چکا ہے" افسوس کہ یہ تفسیر مکمل نہ ہو سکی لیکن بعض علماء کا خیال ہے کہ اس تفسیر کے بہت سے حصے مکمل ہو چکے تھے لیکن جنگ آزادی یا ہنگامہ ۱۸۵۷ میں اسکے بہت سے حصے ضائع ہو گئے جس طرح اور بھی بہت سے علمی ذخیرے اس طوفان کی نذر ہو گئے تھے۔ اب صرف اس تفسیر کا ابتدائی حصہ اور آخری دو پاروں کی تفسیر ملتی ہے۔ یہ بھی بہت غنیمت ہے۔

مورخ اسلام اکبر شاہ خان مرحوم نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ "اگر مجھ سے کوئی دریافت کرے کہ سب سے عمدہ ترجمہ قرآن کا کون سا ہے تو میں بلا تکلف کہوں گا کہ شاہ رفیع الدینؒ کا ترجمہ اور اگر مجھ سے تفسیر کے بارے میں دریافت کیا جائے تو میں کہونگا کہ عمدہ تفسیر "موضح القرآن ہے" اور پھر اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جس قدر انسان قرآن کریم کے الفاظ سے دور ہوتا چلا جائیگا اسی قدر مشکلات زیادہ پیدا ہوتی چلی جائینگی، اب لفظی ترجمہ اور مختصر تفسیر جو جامع مانع ہو، دونوں کے علاوہ موجود نہیں۔

شاہ رفیع الدین نے ترجمۃ القرآن کے علاوہ جو کتابیں تصنیف کی ہیں، ان میں سے اکثر کتابیں اور رسائل ایسے ہیں جن سے امام ولی اللہیؒ کے فلسفہ کی تسہیل و تقریب مدنظر ہے۔ چنانچہ اس بارے میں خود شاہ رفیع الدین نے صراحت فرمائی ہے۔ تفسیر آیت النور میں لکھتے ہیں کہ "ثم لوالدیؒ اصول و اصطلاحات متقررۃ علی مسلک ادق واشمل" یعنی ہمارے والد کے خاص اصول اور اصطلاحات ہیں، جو نہایت ہی دقیق اور سب سے زیادہ جامع مسلک پر مبنی ہیں جو دوسرے حکماء کے مسلک سے بہر حال بہت ہی وسیع اور جامع ہے

اور اسی طرح تکمیل الاذہان کے فن تحصیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اقول بتدوین العلوم غلب فی تحصیل المجھولات التعلم علی التفکر، ولم یکن لہٗ قانون۔ ھذا وان والدی العارف الواصل النحریر الکامل الشیخ ولی اللہ بن المحقق المقرب الشیخ عبد الرحیم العمری

لمزاولته الکتب تعلیماً منوابط" یعنی علوم کی تدوین کے سلسلہ میں مجہولات کو حاصل کرنے کے لئے تعلیم کا طریقہ تفکر کے طریقے پر غالب ہے۔ اور اس کے لئے کوئی قانون موجود نہیں تھا۔ اس لئے میرے والد نے کتابوں سے استفادہ کرنے کے لئے قواعد و ضوابط مقرر کئے۔ اور اس کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے اس سلسلہ میں کچھ اضافات کئے ہیں۔ کیونکہ فنون تلاحقِ افکار سے تکمیل پاتے ہیں۔

شاہ رفیع الدینؒ اپنی مختلف تصانیف میں شاہ ولی اللہؒ کی کتابوں اور ان کے فلسفہ کی مشکلات کو نہایت ہی حکیمانہ طریق پر حل کرتے ہیں اور ان کے بارے میں کئے گئے شکوک و شبہات کو رفع کرتے اور ان کے مقاصد و مطالب کو بیان فرماتے ہیں۔

فلسفہ ولی اللہی کے ایک مسلّم ماہر مولانا عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں:۔"خواص کے لئے امام ولی اللہ کے فلسفہ کی تشریح میں مولانا رفیع الدین نے اسرار المحبتہ اور تکمیل الاذہان کے مختلف رسائل لکھے۔ حملتہ العرش کی تحقیق میں ان کا ایک رسالہ اس قدر اعلیٰ فکر دیتا ہے کہ امام عبدالعزیز نے وہ اپنی تفسیر میں نقل کر دیا ہے۔ ایسا ہی تفسیر آیت النور میں ان کا رسالہ بے نظیر ہے" (حزب امام ولی اللہ دہلوی کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ)

مختلف تذکرہ نگاروں نے شاہ رفیع الدینؒ کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً نزھتہ الخواطر۔ حدائق الحنفیہ۔ الیانع الجنی۔ ابجد العلوم وغیرہ میں ان کی کتابوں کی فہرست دی گئی ہے۔ اس میں اسرار المحبتہ، تفسیر آیت النور، دفع الباطل، (یہ علم الحقائق و معارف، اور سلوک و تصوف پر مشتمل ہے) اور رسالہ فی علم العروض۔ رسالہ مقدمتہ العلم۔ رسالہ فی التاریخ۔ رسالہ فی اثبات شق القمر، رسالہ فی تحقیق الالوان۔ رسالہ فی آثار القیامتہ۔ (علامات قیامت یا قیامت نامہ) رسالہ فی الحجاب۔ رسالہ فی برہان التمانع۔ رسالہ فی عقد الانامل۔ رسالہ شرح چہل کاف۔ رسالہ فی المنطق۔ رسالہ فی الامور العامتہ۔ حاشیہ میرزاہد رسالہ۔ تکمیل الصناعتہ۔ (صاحب نزھتہ الخواطر نے تکمیل الصناعت کا ذکر کیا ہے، غالباً مراد تکمیل الاذھان ہے واللہ اعلم) تخمیس علی بعض القصائد لوالدہ۔ قصیدہ عینیہ فی رد شیخ ابو علی سینا۔

ان کے علاوہ راہ نجات اردو، تفسیر رفیعی، جو سورہ البقرۃ کی تفسیر ہے۔ تنبیہ الغافلین۔ قصیدہ معراجیہ اور تکمیل الاذھان میں خود شاہ رفیع الدین نے اپنی ایک اہم کتاب الدر الدراری کا ذکر کیا ہے۔ رسالہ فی تحقیق الفاظ الاذان (فارسی) رسالہ فوائد عامہ (فارسی) رسالہ حملۃ العرش (فارسی) رسالہ شرح رباعیات (فارسی) رسالہ بیعت (فارسی) رسالہ برہان العاشقین (فارسی) رسالہ نذر بزرگاں (فارسی) رسالہ جوابات سوالات اثنا عشر۔ فتاوی فارسی۔

صاحب نزھۃ الخواطر نے شاہ رفیع الدین کی کچھ کتابوں کے نام ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ "ولہٗ غیر ذالک من المؤلفات الجیدۃ" یعنی ان کے علاوہ بھی شاہ رفیع الدین صاحب کی بہت سی عمدہ کتابیں ہیں۔

امام ولی اللہ کے فلسفہ کے تیسرے بڑے شارح شاہ اسمٰعیل شہید ہیں۔ ولی اللہی فلسفہ چونکہ ادق اور مشکل تھا اور ساتھ ہی جامع اور اشمل بھی، اس لئے اسکی شرح و بسط اور توضیح و تفصیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کے خاندان کے برگزیدہ افراد پیدا کر دیئے۔ جو غیر معمولی درجہ کے جامع اور محقق علماء تھے جن کا ظاہر و باطن اور علم و عمل ہر بات ممتاز تھی۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اپنے جد امجد شاہ ولی اللہ کو افضل المحققین کے ممتاز لقب سے یاد کیا اور ان کے فلسفہ کو حل کرنے کے لئے بطور اصول موضوعہ کے اپنی معرکۃ الآرا کتاب عبقات تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کی اہمیت کو محقق علماء جان سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے صراط مستقیم (فارسی) ایضاح الحق۔ رسالہ اصول فقہ۔ منصب امامت۔ تقویۃ الایمان۔ یکروزی اور تنویر العینین وغیرہ کتابیں لکھی ہیں۔

شاہ شہید نے عبقات لکھ کر امام ولی اللہ کے فلسفہ کے لئے خصوصاً اور علم الحقائق اور تصوف سلوک کے لئے عموماً بنیادی قواعد وضع فرمائے ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بعض رسائل مرتب کئے ہیں، جنہیں پڑھنے کے بعد فلسفہ ولی اللہی کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"سر سید کے زمانہ میں حزب شاہ ولی کے باقی ماندہ لوگوں میں سے ایک حکیم پیدا ہوا۔ جس کا نام مولانا محمد قاسم نانوتوی تھا۔ وہ مدرسہ دیوبند کے بانی اور علوم اسلامیہ کے ازسرنو اشاعت کرنیوالے تھے لیکن آپ کے دماغ میں سیاسی مخالفت کی تلخی نے گنجائش نہیں چھوڑی تھی کہ آپ یورپین سائنس پر غور کرتے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ آپ شاہ ولی اللہ کے سکول کے بہترین ترجمان تھے۔ اور آپ نے اپنے شاگردوں کی ایک کافی تعداد چھوڑی۔ آج ہندوستان (پاک و ہند) کی مذہبی علمی قوت کا اچھا بقیہ وہی لوگ ہیں۔ جو اپنے آپ کو شاہ ولی اللہ صاحب سے مربوط جانتے ہیں" موجودہ دور میں ایک ذہین مجاہد قسم کے محقق عالم یعنی امام الانقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی" فلسفہ ولی اللہی کے بہترین شارح تھے۔ انہوں نے عمر کا اکثر حصہ گو برطانوی استعمار کے خلاف جہاد میں صرف کیا۔ لیکن اساسی طور پر آپ فلسفہ ولی اللہی کے بہترین محقق اور معلم تھے۔ اس سلسلہ میں آپ نے قرآن کریم کی تفسیر جسکو آپ کے تلامذہ نے آپ سے املاکی شکل میں حاصل کیا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف تصانیف جو اردو اور عربی زبان میں آپ نے چھوڑی ہیں۔ اگر ان سے استفادہ کیا جائے تو امام ولی اللہ کے فلسفہ سے بخوبی استفادہ ہو سکتا ہے۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ مولانا سندھی" کی بہت سی کتابیں ابھی تک مسودات کی شکل میں پڑی ہوئی ہیں اور طباعت تک ان کی نوبت ہی نہیں آئی۔ خصوصاً کتاب التمہید فی ائمۃ التجدید تو بہت ہی گراں قدر تالیف ہے۔

آج دفاعی نقطۂ نظر سے امام ولی اللہ کا فلسفہ بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ جس طرح اسلامی تعلیم کو عام کرنا امت کا اہم فریضہ ہے۔ اسی طرح اسلام کا دفاع بھی ضروری ہے۔ دفاع سے اگر غفلت اور کوتاہی اختیار کی گئی تو پھر اسلامی تعلیمات کو بچانا مشکل ہے۔ موجودہ دور چونکہ سائنس کے عروج کا دور ہے اور عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ موجودہ دور کے شکوک و شبہات بھی وزنی اور سنگین ہیں اس دور میں اسلام میں شکوک و شبہات پیدا کرنے والی طاقتوں کا تجزیہ اور ان کا مقابلہ بہت ضروری ہے اور اسی میں شاہ ولی اللہ کی حکمت و فلسفہ سب سے زیادہ مددگار و معاون ہو سکتا ہے۔

امام ولی اللہ کے فلسفہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ صرف خانقاہی زندگی پر قناعت کرتے

ہیں اور اس کو وہ خالص اسلام سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ دراصل اسلام کو گوشۂ عافیت بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن کبھی بھی ایسے لوگ معیاری مسلمان نہیں ہوسکتے کیونکہ جو لوگ اسلام کے نصب العین کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے جہاد پر آمادہ نہیں ہوتے وہ قطعی طور پر منافق ہیں۔

امام ولی اللہ کے فلسفہ میں بنیادی طور پر اصل اصول قرآن و سنت کو قرار دے کر للّٰہیت اور خدا پرستی اور روحانی ترقی حاصل کرنا اور اصلاحِ عالم یعنی بنی نوع انسان کی خدمت، طبقات امت میں توازن قائم کرنا۔ غرباء و مساکین کی پرورش لازمی جزو کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نیز شہنشاہیت کو ختم کرنا اور اسلامی نصب العین کی خاطر علی وجہ البصیرۃ قربانی دینا رسومات ضارہ یعنی سوسائٹی کو نقصان پہنچانیوالی بُری رسموں کو ختم کرنا۔ اور رسومات صالحہ کا اجرا اور تعظیم شعائر اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے تربیت اور اصلاح کے لئے جو صورتیں اختیار کی ہیں یا ائمہ ولی اللہین نے جن کے مطابق کام کیا ہے۔ ان کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ درس و تدریس

۲۔ تالیف و تصنیف

۳۔ تصوف اور سلوک کے طریق کے مطابق ریاضتوں سے تربیت

۴۔ وعظ و نصیحت سے اصلاح و تلقین

۵۔ علمی دفاع یعنی مباحثہ و مناظرہ سے اسلام کے حقائق کو ثابت کرنا۔ اور مخالفینِ اسلام طاقتوں کا دفاع کرنا۔

۶۔ فتاویٰ کا اجراء۔ یہ حوادثات میں ہوتا ہے۔

۷۔ مکاتیب اور مراسلات کے ذریعہ اصلاح

۸۔ جہاد۔

شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ کو عام کرنے والے اور آپ کے طریق کار پر کام کرنیوالی شخصیتوں میں آپ کے چاروں فرزند اور آپ کے شاگرد و رفیق شاہ محمد عاشق حضرت سید احمد شہیدؒ آپ کے حفید شہید

شاہ محمد اسحاق، مفتی صدرالدین، مولانا رشیدالدین، مفتی الٰہی بخش کاندھلوی، مولانا عبدالحی داماد شاہ عبدالعزیز، شاہ غلام علی، مولانا مملوک علی، شاہ عبدالغنی مجددی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم، مولانا شیخ الہند، مولانا سید انور شاہ، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا سندھی، مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہم وغیرہ حضرات کے اسمائے گرامی پیش کئے جا سکتے ہیں۔

حضرت مولانا شیخ الہند نے اسلام کی طرف سے دفاع کی ضرورت کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے بہت عرصہ پہلے شاہ ولی اللہ اور مولانا محمد قاسم کی کتابوں کو نصاب تعلیم میں داخل کرنے کا فیصلہ کیا تھا چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

اب طالبان حقائق اور حامیان اسلام کی خدمت میں ہماری یہ درخواست ہے کہ تائید احکام اسلام اور مدافعت فلسفہ جدیدہ و قدیمہ کے لئے جو تدبیریں کی جاتی ہیں ان کو سامنے رکھ کر حضرت خاتم العلماء مولانا محمد قاسم کے رسائل کے مطالعہ میں بھی کچھ وقت ضرور صرف فرما دیں۔ اور پورے غور سے کام لیں۔ اور انصاف سے دیکھیں کہ ضروریات موجودہ زمانہ حال کے لئے وہ سب تدابیر سے فائق اور عمدہ اور بہتر ہیں یا نہیں، اور مختصر اور مفید ہیں یا نہیں، اہل فہم اس کا تجربہ کچھ تو کر لیں۔ میرا کچھ عرض کرنا دعوی بلا دلیل سمجھ کر غیر معتبر ہوگا۔ اس لئے زیادہ عرض کرنے سے معذور ہوں۔ اہل فہم خود موازنہ اور تجربہ فرمانے میں کوشش کر کے فیصلہ کر لیں۔ باقی خدام مدرسہ عالیہ دیوبند نے تو یہ تہیہ بنام خدا کر لیا ہے کہ تالیفات موصوفہ مع بعض تالیفات حضرت شاہ ولی اللہؒ وغیرہ تصحیح اور کسی قدر توضیح و تسہیل کے ساتھ عمدہ چھاپ کر اور نصاب تعلیم میں داخل کر کے ان کی ترویج میں اگر حق تعالیٰ توفیق دے تو جان توڑ کر ہر طرح سعی کی جائے اور اللہ تعالیٰ کا فضل حامی ہو۔ وہ نفع جو اُن کے ذہن میں ہے اوروں کو بھی اس کے جمال سے کامیاب کیا جائے۔" (مقدمہ حجتہ الاسلام)

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل